ایک عالم باعمل کی رحلت

مفتی حسین احمد عرفان

ولادت وابتدائی تعلیم:......حضرت اقدس والد مکرمؒ کی تاریخ پیدائش مارچ ۱۹۱۳ء بمطابق ۱۳۳۰ھ ہے۔ عصری تعلیم مڈل تک ڈیرہ اسماعیل خان میں مکمل کی اور ساتھ ہی اپنے والد گرامی حضرت مولانا احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ جیسے عصری تعلیم مکمل ہوئی تو علاقہ کے معززین خصوصاً نواب اللہ نواز خان اور نواب فتح اللہ علیزئی مولانا احمد دین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ علاء الدین ہمیں دے دیں ہم ان کو لندن بیرسٹر آف لاء کی تعلیم کے لیے بھیجنا چاہتے ہیں۔ لیکن مولانا احمد دین صاحب نے فرمایا کہ میری زندگی انگریز کے خلاف جہاد میں گذری ہے اور میں اپنے بیٹے کو انگریزی تعلیم پڑھاؤں یہ ناممکن ہے۔ بلکہ یہ اسلامی تعلیم کے ماہر ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

انھوں نے اباجی کو اپنے بڑے بیٹے حضرت مولانا سراج الدین صاحبؒ کے ہمراہ مدرسہ نعمانیہ ملتان میں بھیج دیا چونکہ چچا جان پہلے سے وہاں پڑھتے تھے ان کو تو جگہ مل گئی مگر اباجی کو تاخیر کی وجہ سے مدرسہ میں رہائش کی جگہ نہ مل سکی، اس لیے رہائش کی غرض سے ایک مسجد کی خدمت پانی وغیرہ بھرنا، صفائی، روشنی وغیرہ کا انتظام اپنے ذمے لے لیا۔ مدرسہ میں اس وقت حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ (یاد رہے کہ یہ مولانا خان محمد صاحب کندیاں شریف والے نہیں ہیں کیونکہ وہ عمر میں حضرت اباجی سے چھوٹے تھے اور انھوں نے دیوبند میں دورہ بھی اباجی کے بعد کیا ہے)۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے حضرت مولانا عبدالخالق صاحب کو پیغام بھیجا کہ کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ علاء الدین کون ہے کس کا بیٹا ہے؟ یہ پیغام پاتے ہی مولانا عبدالخالق صاحب اس مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کو حضرت مدنیؒ کا پیغام اور اظہارِ ناراضگی سے مطلع کیا۔ جس پر اہلِ محلّہ کو احساس ہوا اور موقعہ پر

موجود ایک ٹھیکیدار نے کفالت کی ذمہ داری لے لی۔ جب اباجی مسجد میں خدمت کے لیے تشریف لائے تو لوگوں نے مسجد کی خدمت سے روک دیا۔ جس پر ان کو پریشانی ہوئی کہ اب کیا کریں گے۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت مدنیؒ نے حکم کیا ہے، لہٰذا اس ٹھیکیدار نے اپنی کوٹھی کی چابی حوالے کرتے ہوئے کہا کہ آج کے بعد آپ اس کوٹھی میں رہائش پذیر ہوں گے اور میرا نوکر آپ کا کھانا وغیرہ یہیں پہنچائے گا۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ:......سال کے آخر میں حضرت مدنیؒ کا پیغام ملا کہ آپ اگلے سال دیوبند آجائیں اور یہاں داخلہ لے لیں۔ آپ کے حکم کے مطابق اباجی اور چچا جان اور قاضی عبدالکریم صاحب تینوں دیوبند تشریف لے گئے وہاں پہ حضرت مدنی کی خصوصی شفقت اور توجہ کے مرکز بنے رہے اور مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ کمرے میں شاگردِ خاص و خادمِ خاص ہونے کی حیثیت سے رہائش پذیر رہے، حضرت افغانیؒ کے پاس دوسرے طلباء بھی خدمت کے لیے حاضر ہوتے تھے لیکن حضرت افغانیؒ اباجیؒ کے علاوہ کسی سے خدمت نہیں لیتے تھے۔

۱۹۳۸ء میں فراغت کے بعد حضرت مدنیؒ کی دعاؤں اور تربیت سے ڈیرہ تشریف لائے۔ اس لیے وائسرائے ہند بھی خصوصاً ڈیرہ میں آیا اور ڈپٹی کمشنر نواب فتح اللہ خان علیزئی کو حکم دیا کہ علاءالدین کو کسی طریقہ سے اپنا ہمنوا بنایا جائے (چونکہ آپ، حضرت مدنیؒ کے ساتھ انگریز کی مخالفت میں سرگرم رہتے تھے اور سی آئی ڈی کی رپورٹ میں حکومت کی طرف سے خصوصی نگرانی کی جاتی تھی) ایک بار وائسرائے نے آپ کو ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں بلایا اور وہاں میز کی ایک جانب وائسرائے ہند اور دوسرے افسران بیٹھے ہوئے تھے اور دوسری جانب خالی کرسی آپ کے لیے رکھی گئی تھی، میز کے اوپر ایک بڑا کپڑا بچھا ہوا تھا اس کے نیچے سکہ رائج الوقت کی گڈیاں پڑی ہوئی تھی، وائسرائے نے بڑے ہمدردانہ انداز میں کہا کہ یہ غربت کا دور ہے اور اس دور میں مدارس چلانا اور غریب طلباء کو مفت کھلانا نہایت ہی قابل تعریف و قابل قدر کام ہے اور آپ کا مذہب کی خدمت کرنا اپنے ملک اور قوم کی خدمت ہے، لہٰذا کچھ کاغذات پیش کرتے ہوئے کہا: یہ فیصل آباد کے علاقے میں زرعی زمین کے مربے ہیں قبول کر لیجیے۔ اس پر والد صاحب نے پوچھا: اس کے بعد کیا ہوگا۔ اس نے کہا کہ آپ صرف یہی فتویٰ دیدیں کہ تمام مسلمان کانگریسی علماء سے جدا رہیں، اس کی مراد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ تھے۔ جس پر حضرت اباجی غصے میں کھڑے ہوئے اور میز کو لات ماری جو دوسری طرف بیٹھے ہوئے وائسرائے کے سینے میں جا لگی اور فرمایا کہ "حضرت مدنیؒ کے شاگردوں کو خریدا نہیں جا سکتا، آپ ہمارا ملک چھوڑیں" یہ کہہ کر دفتر سے باہر نکل آئے اور پیدل گھر کی طرف روانہ ہو گئے، وائسرائے کی زبان سے بے ساختہ نکلا "جب تک یہ لوگ زندہ ہیں مسلمان شکست نہیں کھا سکتے۔" فوراً ڈپٹی کمشنر کو حکم دیا اور کہا کہ جاؤ ان کا غصہ بھی ٹھنڈا کرو اور گھر تک بھی پہنچا آؤ۔ ڈپٹی کمشنر فوراً بھاگتا ہوا آیا اور اپنی کار پر بیٹھنے کو کہا تو اباجی نے انکار کر دیا اور پیدل ہی گھر پہنچے۔

ادھر آپ کے والد محترم مولانا احمد دین صاحب مسجد کے اندر انتظار میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے فوراً فرمایا کہ یہ میرا بیٹا مجاہد ہے۔ حالات سننے کے بعد اپنے مجذوبانہ انداز میں فرمایا: ''بیٹا! اگر چاہتے ہو تو دنیا آپ کے قدموں میں آئے گی اور اگر چاہتے ہو تو دین کی خدمت لی جائیگی، میں نے اللہ سے تیرے لیے خدمتِ دین کو مانگا ہے بتا تیری کیا مرضی ہے......؟'' اباجی نے عرض کیا: ''اباجان میری بھی خواہش ہے کہ اللہ دین کی خدمت کے لیے قبول کرلے۔'' یہی وجہ ہے کہ اباجی نے دین کی خدمت میں فاقوں کی زندگی گذاری اور ہر موڑ پر دنیا کو ٹھکراتے رہے۔

آزمائش اور ثابت قدمی:...... پاکستان بننے کے بعد ایک الیکشن کے موقعہ پر گلزار خان حیات خان گنڈہ پور ااور بتر خان وغیرہ اس وقت میں جبکہ آپ کے گھر میں تین دن کا فاقہ تھا اور ایک پانچ روپے قرضہ بھی نہیں ملا، اس پریشانی کے عالم میں تھے کہ یہ وفد ایک بڑے تھیلے میں کچھ رقم اور کچھ زرعی زمینوں کے کاغذات وغیرہ لائے اور پیش کرتے ہوئے درخواست گذار ہوئے کہ الیکشن میں آپ ہمارا ساتھ دیں جس پر اباجی نے اپنے سامنے رکھی ہوئے ڈیکس پر پڑے تھیلے کو لات ماری تو یہ رقم وغیرہ حیات خان (نابینا) کی گود میں جا گری، اباجی بھاگ کر کمرے سے باہر نکل گئے اور سیدھے اپنے مدرسے کے مدرس حافظ محمد نواز صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ خدارا گھر میں جو کچھ کھانے کا پڑا ہوا ہے جلدی اٹھا کر لے آؤ ایک طرف گھر میں فاقہ ہے اور دوسری طرف آزمائش ہے۔ وہ گھر گئے اور دوپہر کا بچا ہوا سالن اور کچھ روٹی کے ٹکڑے اٹھا لائے، اباجی اور ہم نے کھا لیے، اس کے بعد اباجی اپنے کمرے میں دوبارہ تشریف لائے، یہ حضرات ابھی تک بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس حالت میں انھوں نے دوبارہ یہ مطالبہ کیا کہ اگر آپ ہمارا ساتھ نہیں دیتے تو کم از کم اتنا کرلیں کہ پولنگ اسٹیشن پر تشریف نہ لائیں۔ جس پر اباجی نے فرمایا آپ کے آنسوؤں کی قدر کرتے ہوئے میں پولنگ اسٹیشن پر نہیں آؤں گا لیکن اپنا یہ سامان واپس لے جاؤ۔ وہ اسی حالت میں اپنا سامان واپس لے گئے۔

بارہا اساتذہ درخواست کرتے تھے کہ آپ اپنی تنخواہ بڑھالیں آپ کے اہل وعیال ہیں لیکن اباجی جواب میں فرماتے کہ میں اپنی تنخواہ تمہاری تنخواہوں سے زیادہ نہیں لینا چاہتا۔

مختصر تعارف، مدرسہ نعمانیہ صالحیہ ڈیرہ اسماعیل خان

مدرسہ کی ابتداء ۱۸۰۰ء میں ہوئی۔ مولانا فرید صاحب افغانستان سے سرگودھا گوندل تشریف لائے جبکہ اُن کے آباء واجداد سعودیہ سے افغانستان آئے تھے۔ مولانا فرید صاحب عصر کے وقت جنات کو دین کی تعلیم دیتے۔ جنات کے ذریعے ان کو علم ہوا کہ ڈیرہ اسماعیل خان کا علاقہ دین سے خالی ہے اور زیادہ تر آبادی ہندو ہے۔ انھوں نے اپنے بیٹے صالح محمد کو بمع دو جنات کے ڈیرہ میں تبلیغ اسلام کے لیے روانہ کیا۔ اس وقت آبادی تقریباً دریا کے کنارے کنارے ہوتی

تھی کیونکہ لوگ دریا کی پوجا کرتے تھے۔

مولانا صالح محمد صاحب ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک ٹیلہ پر آ کر بیٹھے اور جوگیوں کی طرح آگ وغیرہ جلائی۔ ہندو نے سمجھا کہ شاید ہمارا کوئی جوگی آیا ہے، اس لیے اردگرد جمع ہوگئے جب دیکھا کہ کافی لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے خطبہ دیا اور ان کو اسلام کی تبلیغ کی جس کی وجہ سے بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے اور اسی جگہ پر مسجد کی بنیاد رکھی گئی اور دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور تبلیغ اسلام کرتے رہے اور لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ ان کے بیٹے مولانا زکریاؒ کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور پھر ان کے بیٹے مولانا احمد دین صاحب کے دور میں بہت کثرت سے ہندو مسلمان ہوئے۔ حتیٰ کہ ہندوؤں کے احتجاج کرنے پر مسجد کی طرف آنے والے راستوں میں دیواریں کھڑی کردی گئیں اور دروازہ پر چوکیدار مقرر کیے گئے، تاکہ کوئی ہندو اس گلی میں نہ آسکے لیکن چوکیدار بھی مسلمان ہوتے گئے۔ جس کے نتیجہ میں جمعہ کے دن ۹ بجے سے دروازوں کو تالے لگادیے جاتے اور مسلمانوں کو کہہ دیا گیا کہ جمعہ کی نماز کے لیے ۹ بجے سے پہلے داخل ہوں۔ یہ مدرسہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بند کیا گیا لیکن مولانا احمد دین صاحب نے طلباء کو لوگوں کے گھروں میں رکھا اور رات کے وقت جا کر ان کو دین کی تعلیم دیتے رہے۔

پھر ۱۹۲۹ء میں مولانا احمد صاحب اور حاجی داد صاحب کے مشورہ پر دوبارہ طلباء کو مسجد میں قائم مدرسہ میں رکھ کر دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ پھر ۱۹۳۸ء میں مولانا علاء الدین صاحب نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اپنے والد مولانا احمد دین کے زیر سایہ تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ساتھ ہی ایک صابن کا کارخانہ قائم کیا تاکہ معاشی پریشانی نہ رہے۔ ۱۹۴۲ء میں حضرت سید حسین احمد مدنی تشریف لائے تو انھوں نے فرمایا "کہ آپ نے لوگوں کے دل دھونے ہیں کپڑے نہیں دھونے" اس لیے ان کے حکم سے کارخانہ بند کر کے اسی جگہ پر مدرسہ کی سنگ بنیاد رکھی گئی جو کہ الحمد للہ آج تک قائم ہے اور ہزاروں کی تعداد میں طلباء فارغ ہو کر پوری دنیا میں دین متین کی خدمت کررہے ہیں۔

وفات:...... حضرت والد گذشتہ عرصہ سے علیل تھے، آخری دنوں میں بیماری شدت اختیار کرگئی تو ہسپتال منتقل گیا، لیکن "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کے مصداق آپ کا بھی کوئی علاج کارگر نہ ہوا، آپ کا وقت موعود آپہنچا اور ۱۶ دسمبر ۲۰۱۳ بروز پیر صبح ۴ بجے آپ نے فرشتہ اجل کو لبیک کہا اور اس دار الفنا سے دار البقا کی طرف تشریف لے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللهم اغفر له وارحمه واكرم نزله

☆......☆......☆